# معاصر اسلامی بینکاری پر" نظریہ اباحت" کے اثرات ایک تجزیاتی مطالعہ

# The impact of theory of permissibility on contemporary Islamic banking:Analytical study

ڈاکٹر محمد عزیز*

محمد شاکر**

*Abstract*

*Shari'ah did not leave humanity free in any case, but it provides the basic and necessary instructions, for each and every aspect of life. Devine injunctions are not limited to Ibadaat( worship) but there are some other injunctions such as Muamilaat(contracts).The injunctions regarding Ibadath are limited and are restricted in nature ,on the contrary the contract rules are more flexible and extendable. The logic behind this is that the rules of ibadah could be proved only by Quran and Sunnah whereas all contracts are legal in nature as long the reason and evidence of its prohibition comes out.*

*There is a rule among the jurist that, Contracts are recommended nor not recommended,, they are neutral in nature .in the light of this rule all the kinds of contract could be analyzed. Ignorance from these rules it lead to many misunderstanding regarding the contemporary Islamic banking. The purpose of this paper is to analyze these misconceptions regarding this rule.*

---

* ریسرچ اسکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج پشاور

** لیکچرار، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج پشاور

دینِ اسلام انسانیت کے لیے خالقِ کائنات کی طرف سے ہر اعتبار سے مکمل اور ہر شعبۂ زندگی پر محیط ایک جامع نظامِ حیات اور دستورِ زندگانی ہے۔ قرآنِ مجید اس دستور کی متنِ متین ہے۔ تعلیماتِ نبوی اس متن کی شرحِ مبین ہیں۔ دستور کی جامعیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں عقائد و نظریات، اعمال و عبادات، سیاسیات و معاملات اور معاشرت و اخلاقیات ہر حوالے سے احکامات و ہدایات موجود ہیں۔ دیکھا جائے تو انسانی زندگی کی تمام سرگرمیاں بھی ان مذکورہ چند دائروں میں گھومتی ہیں۔

انسان کی تخلیق کا مقصد جو بھی ہو مگر بے شمار ضروریات، لاتعداد حاجات اور گوں ناگوں خواہشات انسان کے ساتھ روزِ آفرینش سے لگی ہوئی ہیں جن کی تکمیل کے لیے انسان ہاتھ مارتا آیا ہے، یوں معیشت انسان کی ایک فطری ضرورت اور مجبوری ہے چنانچہ قرآن کریم نے اس کو اپنے بلیغ انداز میں یوں بیان فرمایا ہے: "زمین میں انسان کو بسانے کے بعد ضروریاتِ زندگی کو حاصل کرنے کے لیے مختلف ذرائعِ معیشت بھی اتارے گئے ہیں"

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭقَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ 1

علم المعیشت اپنی اس بے انتہاء اہمیت اور فطری ضرورت کے پیشِ نظر ہمیشہ سے انسان کی دلچسپیوں کا محور رہا ہے۔ آج ارتقاء کے مختلف ادوار سے گزر کر یہ علم کئی علوم کا مجموعہ بن گیا ہے۔ اس کی ایک ایک شاخ مستقل علم کی حیثیت کی حامل ہے۔ معاشیات اور علم المعیشت کی ایک بڑی شاخ "بینکنگ" ہے۔

### 1۔ جدید معاشی نظام میں بینکوں کی اہمیت

یہ کہنا شاید مبالغہ آرائی نہ ہو کہ جدید معاشیات اور عصری اقتصادیات میں "بینکنگ" ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت کا حامل ہے۔ عصرِ حاضر میں کوئی ملک دوسرے سے الگ نہیں رہ سکتا۔ بین المالک تجارت سب کی ناگزیر ضرورت بن چکی ہے۔ بین الاقوامی معیشت کا فروغ ہی سب کا مشترکہ مفاد ہے۔ یہ بین الاقوامی تجارت "بینکنگ سسٹم" کے بغیر ناممکن ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جنگوں کو روکنے، عالمی کساد بازاری کے سدّباب اور بین الاقوامی تجارت کو فروغ دینے کے لیے عالمی ادارے وجود میں آئے جن میں آئی، ایم، ایف اور ورلڈ بینک بطور معاشی اداروں کے قابلِ ذکر ہیں۔ ہر ملک کے تمام چھوٹے بڑے بینک اس ملک کے ایک مرکزی بینک کے تحت ہوتے ہیں اور تمام ممالک یہ مرکزی ورلڈ بنک کے تحت ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں دنیا کی طاقت اور دولت کے سرچشموں اور ان عالمی اداروں پر کفار قابض ہیں لہذا معاصر دنیا میں ان ہی کی پالیسیاں جاری ہیں۔ جن میں سر فہرست بینکوں کی سود پر مبنی استحصالی پالیسی ہے۔ بینکوں کا نظام انہی کفار اور خونخوار لوگوں کا تشکیل کردہ ہے۔

### 2۔ معاصر اسلامی بینکاری کے حوالے سے غلط فہمیوں کی ایک بڑی وجہ

اسلامی بینکاری کے لیے جو شرعی بنیادیں اس شعبے سے تعلق رکھنے والے مؤسسین نے بتائی ہیں وہ مشارکہ، مضاربہ، سلم، استصناع، اجارہ اور مرابحہ ہیں۔ قرآن وسنت کے نصوص اور فقہی عبارات کی روشنی میں یہ بنیادیں تو بلاشبہ ٹھیک ہیں اس بارے میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا مگر یہ تصور کی دنیا کی باتیں ہیں عملی طور پر ان بنیادوں پر بینک کا نظام کھڑا کیا جا سکتا ہے؟ یہ ایک سوالیہ نشان ہے؟ مسئلہ یہ نہیں شرعی اصولوں میں جان نہیں ہے یا لچک نہیں ہے ایسا ہرگز نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ معاصر بینکوں کا نظام بلکہ پورا معاشی نظام ورلڈ بینک اور آئی، ایم ایف جیسے اداروں کے ذریعے کنٹرولڈ اور اسلامی معاشی تصورات سے متصادم نظام ہے اب ایک متصادم کنٹرولڈ نظام کے تحت ''معیاری اسلامی بینک'' ظاہر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ جب تک کوئی اسلامی ملک اس عالمی نظام کے دباؤ سے نہ نکل آئے تو اس میں ''معیاری نظام'' قائم کرنا مشکل ہے۔ پھر نجی شعبے کی بات کی جائے تو وہاں دباؤ اور مشکلات سوا ہیں۔ خود مسلم معاشرے میں بھی دینی جذبات اس معیار کے نہیں کہ وہ معیاری نظام کے لیے قربانی دینے پر آمادہ ہوں اس لیے ''معاصری اسلامی بینکاری'' سسٹم معیاری اسلامک ماڈل پیش کرنے میں سخت مشکلات کا شکار ہے۔ ان مشکلات کا ذکر اس نظام سے متعلقہ حضرات کی تحریروں میں جابجا موجود ہیں۔ تاہم ان حضرات کی یہ کاوشیں اسلامی بینکنگ بلکہ معاشی نظام کی طرف زبردست پیش رفت ضرور ہیں چنانچہ تمام روایتی بینک اس کی طرف جزوی طور پر نہ صرف راغب ہو رہے ہیں بلکہ عملی اقدام کر چکے ہیں امید ہے کہ مستقبل قریب میں کوئی بڑی خوشخبری مل سکتی ہے۔ ''معیاری'' نہ ہونے کا مطلب ''ناجائز یا حرام'' بھی نہیں ہے۔ اس بارے میں غلط فہمیوں کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ معاملات اور عبادات کے بارے میں شریعت کے مزاج کو نہ سمجھنا ہے وہ مزاج یہ ہے کہ عبادات کے لیے اصل عدم ہے کسی کام کو عبادت کہنے کی صورت میں ''ثبوت'' پیش کرنا ضروری ہے صرف ''منع'' کی دلیل کا نہ ہونا کافی نہیں ہے جبکہ معاملات میں ''منع'' کی دلیل کا نہ ہونا کافی ہے اس بات کو ''نظریۂ اباحت'' کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

3۔ ''نظریۂ اباحت'' کا تعارف

یہ حقیقت پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ شریعت میں عبادات اور معاملات کے درمیان واضح فرق رکھا گیا ہے۔ یہ فرق بالکل فطری اور بدیہی ہے کیونکہ عبادات انسان کا نصب العینی فریضہ ہیں جبکہ معاملات محض زندگی کے پہیے کو رواں دواں رکھنے کے لیے ضروریاتِ محضہ ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ شریعت نے معاملات میں بھی انسانیت کو بالکل آزاد یا بے دست وپا نہیں چھوڑا بلکہ بنیادی اور ضروری ہدایات دے کر کامیابی کے شاہراہ پر لا کھڑا کر دیا نیز جس طرح عبادات میں شریعت کے احکام بجالانا ثواب اور پس پشت ڈالنا گناہ ہے اسی طرح معاملات میں

بھی شرعی ہدایات اور اصولوں پر عمل پیرا ہونا باعثِ ثواب اور ان کو نظر انداز کرنا گناہ ہے۔اس کے باوجود مقصد اور ضرورت کے فرق کی وجہ سے یہ ہوا کہ عبادات میں انسانیت کی رہنمائی صرف کلیات اور اصولوں کی تحت محدود نہیں ہے بلکہ جزئیات اور فروع میں بھی مکمل رہنمائی دی گئی ہے اور معاملات میں کلیات اور اصول بتانے کے بعد جزئیات کو انسانی عقل اور تجربے پر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ شریعت کے احکام میں معاملات کے اندر لچک باقی رہے اور ہر دور کا انسان معاملات میں ان اصولوں کی روشنی میں اپنی ضروریات کے لیے بدلتے ادوار اور ترقی پذیر سماج کے مطابق تفصیلی پالیساں بناتا اور بدلتا رہے۔یہی وجہ ہے کہ احادیث میں فقہ العبادات کا حصہ فقہ المعاملات کے مقابلے میں بہت ضخیم ہے۔ان وجوہات کی بناء پر جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ عبادات میں اصل یہ ہے کہ اس کا ثبوت قرآن، حدیث یا کم از کم اعمالِ صحابہؓ سے ملے ورنہ ثواب کی نیت سے کیا جانے والا کام بدعت ٹھہرے گا:

عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: « من احدث فی امرھذاا مالیس منه فھو رد »2

دوسری طرف معاملات میں اصل یہ ہے کہ معاملات جائز ہیں جب تک ممانعت کی کوئی دلیل اور وجہ نہ ہو چنانچہ آپ ﷺ نے صلح کے بارے میں فرمایا: مسلمان آپس میں صلح کے جو بھی طریقے اپناتے ہیں اگر وہ شریعت کے حلال و حرام کے صریح اصولوں سے نہیں ٹکراتے تو وہ سب طریقے ٹھیک ہیں:

عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده : أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحا حرم حلالا أو أحل حراما۔ قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح3

اسی حدیث کا دوسرا ٹکرا ہے کہ مسلمان کے تمام معاملات اور معاہدات اسی اصول کی روشنی میں دیکھے جائیں گے:

والمسلمون على شروطهم إلا شرطا حرم حلالا أو حل حراما۔

لہذا معاملات کے لیے اسی اصول کو جمہور فقہاء نے اختیار کیا ہے: کہ معاملات میں اباحت اصل ہے جب تک ممانعت کی کوئی وجہ نہ ہو تو ہر طریقہ درست ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

قوله ( الأصل الإباحة أو التوقف ) المختار الأول عندالجمهور من الحنفية والشافعية كما صرح به المحقق ابن الهمام في تحرير الأصول 4

اسی طرح علامہ ابن نجیم الحنفی فرماتے ہیں:

الْأَصْلُ الْإِبَاحَةُ عِنْدَ الْجُمْهُورِ مِنْ الْحَنَفِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ5

اسی طرح مالکیہ کا بھی یہی مؤقف ہے چنانچہ عبارت ملاحظہ ہو!

الأصل الإباحة6

یہی بات شوافع کی بھی ہے:

لِأَنَّ الْأَصْلَ الْإِبَاحَةُ حَتَّى يَثْبُتَ دَلِيلٌ ظَاهِرٌ فِي التحريم7

يجوز استعمال الأواني المتخذة من المعادن النفيسة من نحو الماس واللؤلؤ والمرجان وغيرها، لعدم ورود نص بالنهي عنها، والأصل الإباحة ما لم يرد دليل التحريم8

اس بارے میں حنابلہ مسلک بھی جمہور کے موافق ہے:

أَنَّ الْأَصْلَ الْإِبَاحَةُ، وَلَمْ يَرِدْ بِتَحْرِيمِهَا نَصٌّ، وَلَا هِيَ فِي مَعْنَى الْمَنْصُوصِ عَلَيْهِ، فَتَبْقَى عَلَى الْإِبَاحَةِ.9

4۔بینکوں کے انتظامی معاملات اور ” نظریہ اباحت“

بینکنگ نظام کے دو حصے ہیں: ایک انتظامی نظام دوسرا تمویلی نظام۔ دوسرے نظام کے حوالے سے آئندہ سطور میں تفصیلی بحث ہو گی البتہ پہلے نظام کے بارے میں اسی عنوان کے تحت وضاحت ہو گی۔ انتظامی نظام سے مراد مندرجہ ذیل امور ہیں:

ادارے کا نام کیا ہونا چاہیئے؟

انتظامی دفاتر کہاں کہاں اور کس نقشے پر بنائے جائیں؟

انتظام وانصرام چلانے والے افراد کتنے اور کن صلاحیتوں کے حامل ہوں؟

ان میں اختیارات اور ذمہ داریوں کی تقسیم کا کیا فارمولا ہو؟

ان کی مراعات کے حوالے سے کونسی پالیسی اپنائی جائے؟

ان انتظامی امور کے لیے مختلف ”نام“ تجویز کرنا۔

اس نوعیت کی اور بھی چیزیں ہیں جو انتظامی امور کے دائرے میں آتی ہیں۔ اس بارے میں شریعت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے یہ ”انتم اعلم بامور دنیاکم‘ ‘ کی قبیل سے ہیں۔ یہ شرعاً اباحت کے دائرے میں آتے ہیں، اس نظام میں ” نظریہ اباحت“ کے اثرات گہرے ہیں۔ لوگوں کے مشاہدے میں یہی باتیں زیادہ ہیں اس لیے بہت سے لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں: ”آج اسلامی بینکنگ اور روایتی بینکنگ میں کوئی فرق نہیں ہے“ حالانکہ اس نظام میں فرق ہونے اور نہ ہونے سے کوئی اثر نہیں پڑتا ہے فرق جو پڑتا ہے وہ ”تمویلی نظام“ سے پڑتا ہے وہ عام لوگوں کی نظر سے اوجھل ہے کیونکہ وہ بینک نامی عمارت میں وقوع پذیر نہیں ہے۔ تمویلی سرگرمیوں

کی جگہ اور ہیں جیسے اسٹاک مارکیٹ وغیرہ۔ اگرکچھ معاہدات بینکوں میں ہو بھی رہے ہوتے ہیں تب بھی ان کے لیے اسی عمارت میں سیکریٹ مقامات ہیں وہ عوامی جگہوں میں سب کے سامنے نہیں ہوسکتے ہیں۔

5۔بینک کے تمویلی وظائف

بینک چھوٹی بڑی بہت سی خدمات انجام دیتا ہے مگر"دس"کام بنیادی اہمیت کے حامل ہیں:(1)متفرق بچتوں کو جمع کرکے کام میں لانا،(2)مختلف معاشی اداروں کے رواں اخراجات کے لیے تمویل(3)صنعتوں کے قیام میں مدد فراہم کرنا،(4)لیز پر مختلف چیزیں فراہم کرکے کاروبار وغیرہ میں مدد دینا(5) بین الممالک تجارت میں واسطہ بن کر درآمدات اور برآمدات مالی و غیر مالی تعاون فراہم کرنا(6)مشاورتی خدمات(7) محفوظ امانت خانوں کی فراہمی(8)جائدادوں کا نظم ونسق(9)ترسیل رقوم اور(10)امورِ مختلفہ میں وکالت۔

بینک کا اصل مقصد متفرق بچتوں کو کام میں لانا ہے چنانچہ بینک منتشر بچتوں کو جمع کرکے بڑے پیانے پر سرمایہ کاری اور صنعت کاری کو ممکن بناتا ہے۔دوسرا کام یہ ہے کہ مختلف کاروباری اداروں کو بعض مرتبہ رواں اخراجات کے لیے رقم کی ضرورت پڑجاتی ہے تو بینک ان اخراجات کے لیے رقم مہیا کرتا ہے۔تیسرا بنیادی وظیفہ یہ ہے کہ پبلک کمپنی بنانے والوں سے شئیرز خرید کر اور مارکیٹ میں شئیرز سیل نہ ہونے کی صورت میں خریدنے کی ضمانت فراہم کرکے بڑی بڑی صنعتوں کے قیام میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔چوتھا بنیادی وظیفہ یہ ہے کہ کم سرمایہ والوں کو بطورِخاص لیز پر مختلف چیزیں فراہم کرکے ان کو کاروبار اور سہولیاتِ زندگی کے حصول میں مدد فراہم کرتا ہے۔ جیسے پہلی سہولت کم سرمایہ والوں کو بھی ملتی ہے اسی طرح یہ چوتھی خدمت بڑے سرمایہ داروں کے لیے بھی مہیا ہے۔پانچواں بنیادی وظیفہ یہ ہے کہ بنک بین الاقوامی تجارت یعنی درآمدات اور برآمدات میں واسطہ بنتا ہے، جس کے بغیر یہ تجارت ممکن نہیں ہے چنانچہ ایسی تجارت سے وابستہ کوئی شخص جب دوسرے ملک سے کوئی چیز منگوانا چاہتا ہے تو دوسرے ملک کا تاجر اس بات پر اطمینان چاہتا ہے کہ جب میں مطلوبہ سامان خریدار کو بھیجوں گا تو وہ واقعتاً قیمت ادا کرے گا لہذا درآمد کنندہ برآمد کنندہ کو اطمینان دلانے کے لیے بینک سے ضمانت نامہ حاصل کرتا ہے جس میں بینک بیچنے والے کو اس بات کی گارنٹی دیتا ہے کہ یہ چیز فلاں شخص کو فروخت کردی جائے تو ادائیگی کا ضامن میں ہوں گا اس کو"ایل سی" کھلوانا کہتے ہیں۔ بینک کو"ایل سی" کھولنے میں تین خدمات: وکالت، ضمانت اور قرض انجام دینی پڑتی ہے۔چھٹا کام یہ ہے کہ بینک سرمایہ کاری کے متعلق اپنے وسیع تجربات کی بدولت مشاورتی خدمات بھی پیش کرتا ہے بینکوں کو معلوم ہوتا ہے کس کاروبار میں کتنی کامیابی ملتی ہے ؟ترقی کے امکانات کہاں تک ہیں ؟ اس لیے کاروبار کے لیے سرمایہ فراہمی کی طرح مشاورتی خدمت بھی پیش

کرتے ہیں۔ ساتواں کام یہ ہے کہ بینک میں نہایت محفوظ امانت خانے ہوتے ہیں جن میں لوگ اپنی قیمتی چیزیں مثلاً سونا، زیوارات اور ہیرے وغیرہ رکھواتے ہیں۔ آٹھواں کام جائداد کا نظم ونسق ہے اس کی ضرورت بیرون ممالک میں موجود جائداد کے حوالے سے پڑتی ہے جب وہاں پر سنبھالنے والا کوئی نہیں ہوتا تو خدمت بینکوں سے لی جاتی ہے۔ نواں کام رقوم کی ترسیل ہے ملک اور بیرون ملک سے رقوم کی ترسیل کا محفوظ سہل اور تیز ترین ذریعہ بینک ہیں۔ دسواں کام امورِ مختلفہ یعنی عقود، سبسکرپشن، وصولی اور ادائیگی حقوق میں وکالت۔

6۔ وظائفِ مذکورہ کی انجام دہی کے طریقوں پر ایک نظر

پہلے اور دوسرے کام میں روایتی بینک لوگوں سے اصل سرمائے کے تحفظ کی ضمانت کے ساتھ منافع دینے کی یقین دہانی کرتا ہے، اس لیے لوگوں سے بچتیں سودی قرضے کے طور پر وصول کرتا ہے اور آگے صنعت کاروں کو بھی صنعت لگانے کے لیے یا جاری کاروبار میں رواں اخراجات کے لیے اسی فلسفے کے تحت سودی قرضہ دیتا ہے چنانچہ روایتی بینکوں کی تمویل کا یہ طریقہ شرعاًناجائز ہے۔

روایتی بینکوں کی تمویل کا تیسرا طریقہ جیسا کہ ذکر ہوا صنعتوں کے قیام کے لیے شئیرز کی خریداری ہے ۔یہ طریقہ بنیادی طور پر ناجائز نہیں ہے کیونکہ یہ سودی قرضے کی صورت نہیں ہے بلکہ نفع نقصان کی بنیاد پر شراکت داری کے زمرے میں آتی ہے،البتہ شئیرز کی خریداری مطلقاً جائز نہیں ہے اس میں کچھ شرائط ملحوظ ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ورنہ یہ طریقہ کار بھی مخدوش ہو جائے گا۔

روایتی بینکوں میں تمویل کا چوتھا بڑا طریقہ لیز ہے۔ بینکوں سے قرضہ حاصل کرنے والے قرضے کی واپسی میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں، بعض مرتبہ قرضہ دینے کے حوالے سے کچھ اور وجوہات کی بناء پر تحفظات ہوتے ہیں کبھی ٹیکس بچانا ہوتا ہے جبکہ لیز میں یہ خدشات نسبتاً بہت کم ہوتے ہیں اس لیے یہ "طریقہ" محفوظ متبادل کے طور پر اختیار کیا گیا اب یہ رواج پا رہا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بینک کسٹمر کو نقد رقم مہیا کرنے کے بجائے اس کی ضرورت کی چیز فراہم کرتا ہے مثلاً زید کو گاڑی کی ضرورت ہے تو اس کی قیمت کی بجائے گاڑی فراہم کرتا ہے جس کا طریقہ کار یہ ہے زید اپنی مطلوبہ گاڑی بینک کے نام کاغذات کروا کر لے آتا ہے۔ کاغذات جمع کروانے کے بعد اس کی کل قیمت بمعہ نفع کے حسبِ معاہدہ قسطیں بنائی جاتی ہیں۔ پھر یہ قسط زید بطورِ کرایہ ادا کرتا رہتا ہے یہانتک کہ قیمت بمعہ منافع ادا ہو جائے یہ رقم ادا ہوتے ہی لیز (کرایہ داری) کا معاہدہ خود بخود سیل (خریداری) میں تبدیل ہو جائے گا یوں زید اس گاڑی کا مالک بن جائے گا۔ اس طریقہ کار میں شرعی خرابی یہ ہے

کہ اس میں ایک ہی عقد میں دو عقدوں کو جمع کیا گیا پہلے لیز پھر خریداری۔ ایسا کرنے سے حدیث میں منع کیا گیا ہے:

عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود عن أبيه قال: نهى رسولُ الله - ﷺ - عن صفقتين في صفقة واحدة،10

پانچواں کام یعنی ایل سی کھولنے میں وکالت اور ضمانت کے عوض بینک فیس لیتے اور قرض پر سود لیتے ہیں۔ وکالت کی فیس لینا درست ہے البتہ ضمانت شرعاً ایک عقدِ تبرع ہے جس پر فیس نہیں لی جاسکتی ہے اور قرض پر سود لیا جاتا ہے اور سود ویسے بھی حرام ہے۔

چھٹا کام مشاورتی خدمات ہیں ان کی فیس بینک لیتے ہیں یہ فیس جائز ہے۔

ساتواں کام محفوظ امانت خانوں کی فراہمی اس پر فیس لینا بھی جائز ہے۔

آٹھواں کام جائدادوں کا نظم ونسق ہے اس پر اجرت لینا بھی ٹھیک ہے۔

نواں کام ترسیل رقوم ہے اس کام کی اجرت بھی جائز ہے۔

دسواں کام امورِ مختلفہ یعنی عقود، سبسکرپشن، اور وصولی اور ادائیگی حقوق میں وکالت چونکہ یہ کسٹمرز کے مفاد پر مبنی معتدبہ خدمات ہیں جن کی اجرت کے ساتھ انجام دہی جائز ہے۔

تین کام یعنی پہلا، دوسرا چوتھا ناجائز ہیں، چھ کام یعنی تیسرا، چھٹا، ساتواں، آٹھواں نواں اور دسواں جائز ہیں، ایک یعنی پانچویں میں دو حصے ناجائز ایک جائز ہے۔

7۔ پہلے وظیفے کا شرعی متبادل

اس پہلے وظیفے کی ادائیگی کے لیے روایتی بینکوں میں "سودی" قرضوں کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے جس کی کسی بھی طرح سے گنجائش شرعاً نہیں بنتی ہے البتہ مقصد کو حاصل کرنے کے لیے "سود" کے بجائے نفع نقصان کی بنیاد پر شرکت، مضاربت، سلم اور استصناع سے کام لیا جاسکتا ہے۔ سود کا یہ متبادل خود قرآنِ کریم نے پیش کیا ہے کہ " اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا ہے"

اَحَلَّ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا11

دنیا کے مختلف ملکوں میں متعدد بینکوں میں شریعہ نگران بورڈ کے ممبر یا چیر مین اور مشہور و معروف ماہرِ معاشیات جناب مفتی تقی عثمانی صاحب اسلامی بینکاری کا یہی تصور پیش کرتے ہیں:

"اسلامی فائنانسنگ کی چند اہم ترین خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ حقیقی اثاثوں پر مبنی فائنانسنگ ہے۔ فائنانسنگ کا روایتی سرمایہ دارانہ تصور یہ ہے کہ بینک اور مالیاتی ادارے صرف زر(Money) یا زر کی دستاویزات (Monetary Papers) کا لین دین کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے اکثر ملکوں میں بینکوں اور مالیاتی اداروں کو اشیاء کی تجارت کرنے اور کاروباری سٹاک رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے جبکہ اسلام زر(Money) کو مخصوص صورتوں کے علاوہ کاروباری مواد میں تسلیم نہیں کرتا۔ زر(نقود) کی اپنی ذاتی اور داخلی افادیت نہیں ہوتی، یہ صرف آلہ تبادلہ (Medium of Exchange) ہے۔ اور اس کی ہر اکائی اس کرنسی کی دوسری اکائی کے سو فیصد برابر ہے، لہذا ان کی اکائیوں کے آپس میں تبادلے کے ذریعے نفع کمانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نفع اسی صورت میں کمایا جا سکتا ہے جبکہ زر کے عوض ایسی چیز کی خرید و فروخت کی جائے جس کی افادیت بھی ہو یا مختلف کرنسیوں کا آپس میں تبادلہ کیا جائے۔ ایک ہی قسم کی کرنسی یا اس کی نمائندگی کرنے والے کاغذات کا لین دین کر کے حاصل کیا جانے والا نفع سود اور حرام ہے۔ اس لئے روایتی مالیاتی اداروں کے برعکس اسلام میں فائنانسنگ ہمیشہ غیر نقد(Liquid) پر مبنی ہوتی ہے جس سے حقیقی اثاثے اور سامان تجارت (Inventories) وجود میں آتے ہیں۔ شریعت میں فائنانسنگ کے اصل اور مثالی ذرائع مشارکہ اور مضاربہ ہیں۔ جب ایک سرمایہ مہیا کرنے والا(Financier) ان دو ذرائع کی بنیاد پر سرمایہ شامل کرتا ہے تو یہ لازمی ہوتا ہے کہ اس سرمایہ کو ذاتی افادیت رکھنے والے اثاثوں میں منتقل کیا جائے۔ نفع انہیں حقیقی اثاثوں کی فروختگی سے حاصل کیا جائے گا۔
سلم اور استصناع پر مبنی فائنانسنگ سے بھی حقیقی اثاثے وجود میں آتے ہیں۔ سلم کی صورت میں فائنانشر (سرمایہ فراہم کرنے والا) حقیقی اشیاء حاصل کرتا ہے جنہیں مارکیٹ میں بیچ کر نفع حاصل کر سکتا ہے۔ استصناع کی صورت میں فائنانسنگ کچھ حقیقی اثاثے تیار کرنے (Manufacturing) ہی کی بدولت مؤثر ہوتی ہے، جس کے صلے میں فائنانشر منافع حاصل کرتا ہے"۔12

جہاں تک اس طریقے اور اس کے متبادل پر "نظریۂ اباحت" کے اثر کا تعلق ہے تو روایتی بینکوں کا سودی طریقہ کار چونکہ شرعی اصولوں یعنی حرمتِ ربا سے متصادم تھا اس لیے یہ اصول سے خارج تھا اس کے متبادل پر نظریۂ اباحت کے اثرات مرتب نہیں ہو سکتے البتہ "سود" کے متبادل کے طور پر اپنائی جانے والی "شرکت" کی کچھ جدید قسمیں اسلامی مالیاتی اداروں میں اپنائی گئیں ہیں جن کا تذکرہ قدیم فقہاء کے ہاں نہیں ملتا ہے تو ان جدید اقسام کا اجراء "نظریۂ اباحت" کے زمرے میں آتا ہے چنانچہ "شرعی معیارات" میں یہی مؤقف اختیار کیا گیا ہے:

" جدید اقسامِ شرکت کے جواز کی دلیل شریعت کا مقررہ قاعدہ ہے:" الاصل فی المعاملات الاباحۃ مالم یدل الدلیل علی التحریم" کہ "معاملات میں اصل اباحت ہے جب تک حرمت کی کوئی دلیل نہ پائی جائے" ۔"13

دوسری بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ مضاربت اور شرکت پر مبنی اداروں کو بینک کا نام "نظریۂ اباحت" کے تحت دیا جاسکتا ہے تاکہ نام کی مانوسیت سے فائدہ اٹھایا جاسکے ورنہ سود پر مبنی بینکوں اور مضاربت وشرکت پر مبنی بینکوں میں نام کے سوا کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔

8۔دوسرے کا شرعی متبادل اور نظریۂ اباحت

رواں اخراجات کے لیے بھی سودی قرضوں کے بجائے مشارکہ کا طریقہ اپنایا جاسکتا ہے جس کی تفصیل متعلقہ کتابوں میں موجود ہے14

ظاہر ہے کہ یہاں پر روایتی بینکوں کا طریقہ کار سودی قرضوں کا ہے تو یہ "نظریۂ اباحت" کے دائرے سے خارج ہے اس کا متبادل ماڈل محض ترمیمات کا نتیجہ نہیں ہے وہ مختلف نوعیت کا حامل متوازی طریقہ کار ہے۔

9۔چوتھے کا متبادل اور اس پر "نظریۂ اباحت" کا اثر

لیز کا طریقہ کار جیساکہ بتایا گیا کہ خود روایتی بینکوں نے مختلف وجوہات کی بناء پر " سودی قرضوں" کے متبادل کے طور پر اپنایا ہے اس کا بنیادی تصور اجارے کا ہے جو ایک مشروع عقد ہے مگر اس میں شرعی اصولوں کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں مثلاً حقیقتاً بیع کا نہ ہونا، پہلے سے خریدی ہوئی چیز پر پھر سے عقد کرنا، اجارے کا خود بخود بیع میں منتقل ہونا اور قسطوں کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے جرم لگانا وغیرہ۔ اب ان "خلاف ورزیوں" سے پاک کوئی طریقہ اختیار کیا جائے تو صرف اس وجہ سے اس میں کوئی قباحت نہیں ہوسکتی کہ اس کا تصور ابتداءً کہیں اور سے آیا بلکہ "نظریۂ اباحت" کے ترمیمات کے ذریعے اصلاح کرکے "لیز" کے طریقے کو" شرکتِ متناقصہ" یا "اجارہ منتھیۃ بالتمیک "کے نام سے اسلامی بینکنگ میں اپنایا گیا ہے چنانچہ اس بارے میں "شرعی معیارات " میں ہے:

" جب تک ممانعت کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو اور ہر عقد انفرادی طور پر جائز ہو تو ایک سے زائد عقود کو ایک معاملہ میں جمع کرنے کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ نصوصِ شرعیہ کے دلائل اور شریعت کے عام کلّیات کے تقاضوں کے مطابق اصل یہ ہے کہ باہمی معاملہ کرنے کی آزادی ہو اور عاقدین کے تمام متفقہ امور کے مطابق جن کا انھوں نے التزام کیا ہو اسے پورا کرنا واجب ہو بشرطیکہ اس میں کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام کرنا نہ ہو

علامہ ابن القیمؒ نے فرمایا: "عقود اور شرائط میں اصل صحت ہے سوائے ان عقود اور شرائط کے جنہیں شریعت نے باطل قرار دیا یا ان سے روکا ہے اور یہی صحیح قول ہے"۔15

10۔پانچویں کام کی کلی تصحیح

یہ کام تین خدمات: وکالت، ضمانت اور قرض پر مشتمل ہے پہلے دونوں کام روایتی بینکوں میں اجرت کے ساتھ کیے جاتے ہیں لیکن پہلی کی اجرت شرعاً جائز ہے اور دوسرے کی ناجائز ہے۔"نظریہ اباحت" کے تحت تصحیح کے بعد تمویل کے لیے اس طریقہ کار کو اسلامک سسٹم میں اپنایا جا سکتا ہے جس کی صورت یوں ہے کہ ضمانت کی سروس مفت فراہم کی جائے اس کے بدلے میں وکالت کی فیس بڑھا دی جائے یا پھر ضمانت کے ضمن میں دستاویزات کی تیاری وغیرہ کسی معتدبہ کام کی اجرت مقرر کی جائے اور سودی قرض کے جگہ مشارکہ، شرکتِ متناقصہ اور مرابحہ کی صورت اختیار کی جائے۔

11۔نواں ترسیلِ رقوم اور نظریہ اباحت

بینکوں کے ذریعے ترسیلِ رقوم کی صورت یہ بنتی ہے کہ ایک جگہ آپ بینک کو قرضہ دیتے ہیں دوسری جگہ بینک سے وہی قرضہ وصول کیا جاتا ہے اس کے جواز کی بنیاد بھی "نظریہ اباحت" ہے چنانچہ "شرعی معیارات" میں مرقوم ہے:

" معاملات میں اصل چیز اباحت ہے اور جس جگہ قرض کا معاملہ ہوا تھا اس کے علاوہ کسی اور جگہ قرض کی واپسی کی شرط لگانا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کے حرام ہونے پر نص وارد ہوئی ہو اور نہ کسی ایسے معاملے کے حکم میں ہے جس کا حرام ہونا منصوص ہو کہ اس معاملے پر قیاس کر لیا جائے، لہذا اس معاملے کو اباحت ہی پر باقی رکھنا ضروری ہے"۔16

12۔ تحقیق کے نتائج

اس تحقیق سے یہ نتائج حاصل ہوئے:

ا۔اسلامی بینکاری ایک حقیقت ہے۔

۲۔معاصر اسلامی بینکاری کی بنیادوں کا شرعاً ثبوت بہر حال ہے۔

۳۔عالمی دباؤ اور مقابلے کی پریشانی کی وجہ سے اسلامی بینک معیاری کام نہیں کر پا رہے ہیں۔

۴۔"نظریہ اباحت" جمہور فقہاء کا متفقہ مؤقف ہے۔

۵۔اس نظریئے کے مروجہ اسلامی بینکاری پر گہرے اثرات ہیں۔

13۔چند ضروری تجاویز

ضرورت اس امر کی ہے حکومت، عوام، مسلم دانشور، علما اور اسلامی بینکار سب مل کر اس نظام کو معیاری اور کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔اس کے لیے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

ا۔عالمی اداروں کے دباؤ سے حکومت ہی نکال سکتی ہے اس کے لیے حکومتوں کو عوام کا بھی تعاون درکار ہوگا۔

۲۔کچھ قربانی عوام نے دینی ہوگی کہ وہ مقابلے کی کیفیت سے نکالنے کے لیے اسلامی بینکوں کو ترجیح دیں۔

۳۔دانشور حکومتوں کو مجبور اور عوام کو مائل کرنے کے لئے قلم استعمال کریں۔

۴۔اسلامی علوم اور معاشی ماہرین خرابیوں کی نشاندہی اور دور کرنے میں تعاون کریں۔

۵۔علمی و غیر علمی اداروں کو چاہیئے کہ وہ تحریری مقابلوں اور آگاہی سیمیناروں کے ذریعے اسلامی بینکنگ کے حوالے سے شعور کو عام کرنے کوشش کرتے رہا کریں۔

٦۔جامعات کو چاہیئے کہ نظام میں بہتری لانے کے لیے ریسرچ پروگراموں میں اسلامی بینکنگ کو بطورِ خاص شامل کریں۔

۷۔بینکار منافع کی لالچ وغیرہ میں مقابلے کے بجائے قربانی پر آجائے۔سسٹم سے باہر کے علما اور ماہرین کے مشوروں پر بھی توجہ دیں۔

## حواشی

1۔الاعراف:10

2۔مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الناشر: دار إحياء التراث العربي–بيروت باب نقض احکام الباطلة ورد المحدثات رقم الحدیث:17

3۔سنن الترمذي،ج:3،ص:626،

4۔ابن عابدین، محمد امین، حاشیۃ رد المختار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار کتاب الاشربۃ دار الفکر للطباعۃ والنشر بیروت.سنۃ النشر 1421ھ- 2000م.ج:6،ص:460

5۔ابن نجیم زین الدین بن إبراھیم بن محمد، المصري البحر الرائق شرح کنز الدقائق الناشر: دار الکتاب الإسلامي الطبعة: الثانیة–بدون تاریخ ج:1 ص:17

[6]۔ خليل بن إسحاق بن موسى، ضياء الدين الجندي المالكي المصري المحقق: د. أحمد بن عبد الكريم نجيب التوضيح في شرح المختصر الفرعي لابن الحاجب الناشر: مركز نجيبويه للمخطوطات وخدمة التراث الطبعة: الأولى، 2008م ج:3 ص:229

[7]۔ النووي أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف المجموع شرح المهذب ((مع تكملة السبكي والمطيعي)) الناشر: دار الفكر بيروت ج:2 ص:365

[8]۔ اشترك في تأليف هذه السلسلة: الدكتور مُصطفى الخِن، الدكتور مُصطفى البُغا، علي الشّربجي، الفقه المنهجي على مذهب الإمام الشافعي رحمه الله تعالى، الناشر: دار القلم للطباعة والنشر والتوزيع، دمشق الطبعة: الرابعة، 1413هـ - 1992 م ج:1 ص:37

[9]۔ ابن قدامة المقدسي أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد الجماعيلي المقدسي ثم الدمشقي الحنبلي، المغني الناشر: مكتبة القاهرة تاريخ النشر: 1388هـ - 1968م ج:10 ص:151

[10]۔ أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني، مسند الإمام أحمد بن حنبل، المحقق: أحمد محمد شاكر۔ الرقم: 3783، الناشر: دار الحديث–القاهرة، الطبعة: الأولى، 1416هـ - 1995 مج:4، ص:30،

[11]۔ البقرة: 275

[12]۔ تقی عثمانی، شیخ الاسلام، ترجمہ: محمد زاہد، مولانا۔ اسلامی بینکاری کی بنیادیں، (باب) چند بنیادی نکات، (فصل) اثاثوں پر مبنی فائنانسنگ۔۔ طبع: مکتبۃ العارفی فیصل آباد۔ سن طباعت 1428 ہجری۔ صفحہ: 17

[13]۔ شرعی معیارات مرتب کنندہ: اکاؤنٹنگ اینڈ آڈٹنگ آرگنائزیشن برائے اسلامی مالیاتی ادارے، ناشر: مکتبہ معارف القرآن کراچی، سن طباعت: 2018 شرعی معیار نمبر: 12، صفحہ: 373

[14]۔ دیکھئے! اسلامی بینکاری کی بنیادیں۔ صفحہ 65 / 66

[15]۔ شرعی معیارات معیار نمبر: 25 صفحہ: 687

[16]۔ شرعی معیارات معیار نمبر۔19 صفحہ: 545